ڈاکٹر محمد عمار خان ناصر
ڈاکٹر سید مطیع الرحمٰن

مذہب، انسانی فطرت اور تاریخ

(معاصر سوالات کے تناظر میں ایک مکالمہ)

(۱)

مطیع سید: انسان کی داخلی استعداد جس سے انسان حق و باطل اور خیر و شر کو پہچانتا ہے، اس کی تشکیل کس اصول پر ہوتی ہے؟

عمار ناصر: اس کو بالکل اس کی تہ میں جا کر سمجھنا یا اس کا تجزیہ کرنا تو بڑا مشکل کام ہے۔ البتہ قرآن مجید اور احادیث سے جو مختلف اشارات ملتے ہیں، ان سے صوفیہ کچھ چیزیں اخذ کرتے ہیں، اور شاہ ولی اللہ صاحب نے اس پر بات کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حق کو جاننے کی استعداد سب میں یکساں نہیں ہوتی۔ سب انسان فطری طور پر یکساں استعداد لے کر پیدا نہیں ہوتے۔ شاہ صاحب اس کے پانچ چھ مراتب بیان کرتے ہیں۔ جیسے نفسیات میں لوگوں کی Personality Types بیان کی جاتی ہیں تو وہ اس پہلو سے انسانوں کی مختلف Types بتاتے ہیں۔ کچھ تو وہ ہیں جو حیوانیت کے درجے سے ہی اوپر نہیں اٹھتے، یعنی ان کا زندگی کو دیکھنے کا انداز جبلی ضرورتوں تک محدود ہوتا ہے۔ زندگی کا کوئی اعلیٰ تر مقصد بھی ہوتا ہے، یہ ان کی استعداد سے اوپر کی چیز ہوتی ہے۔ کچھ وہ ہوتے ہیں جن میں کچھ نہ کچھ استعداد تو ہوتی ہے، لیکن غفلت بہت برے طریقے سے طاری ہوتی ہے۔ ان کے لیے متنبہ ہونا، اس طرف متوجہ ہونا کہ کچھ چیزیں ہمیں کسی اعلیٰ حقیقت کی یاد دہانی کرا رہی ہیں، یہ مشکل ہوتا ہے۔ کچھ اور لوگ ہیں جو ہوتے تو ذہین ہیں، لیکن ان پر بھی کچھ عوارض، جیسے دنیا کی محبت، دنیا کی سیادت کی

محبت، کچھ تعصبات، یہ اتنے غالب ہوتے ہیں کہ وہ ایک رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ کچھ وہ ہوتے ہیں کہ جن کو تھوڑی تگ ودو کرنی پڑتی ہے، تھوڑا سا کوئی اشارہ مل جائے تو وہ غور کرتے ہیں، اور پھر آخر سمجھ لیتے ہیں۔ کچھ وہ ہوتے ہیں کہ روغن کو آگ دکھائے جانے کی طرح ہدایت کے منتظر ہوتے ہیں، جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ قبول ہدایت کی استعداد کے اعتبار سے اور عوارض کس طرح کے لاحق ہیں، اس لحاظ سے مختلف Types ہوتی ہیں، لیکن بالکل سائنسی انداز میں یا کلینکل طریقے سے تجزیہ کر کے بتانا کہ اس آدمی کے باطن میں یہ عمل ہو رہا ہے، یہ مشکل کام ہے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ ہم معرفت کی نگاہ سے دیکھ لیتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

مطیع سید: یہ جو آپ انسانوں کی مختلف سطحیں بیان فرما رہے ہیں، تو کیا ایک سطح سے دوسری سطح تک بھی آدمی اٹھ سکتا ہے؟

عمار ناصر: اگر تو انسان پیدا ہی ایسے ہوتے ہیں تو پھر شاید نہیں اٹھ سکتا۔

مطیع سید: اس کو اس سطح پر لانے میں ماحول وغیرہ کا کیا کردار ہے؟

عمار ناصر: وہ تو ایک اضافی پہلو ہے۔ سب پر ان کی استعداد کے لحاظ سے ماحول بھی اثر انداز ہوتا ہے۔

مطیع سید: قرآن نے جو اشارہ کیا ہے: 'فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰىهَا' تو کیا یہ اس کی ابتدائی اسٹیج بتا دی گئی ہے کہ اس درجے پر تو ہر انسان کو رکھ دیا گیا ہے کہ وہ فجور اور تقویٰ کی چیزوں میں فرق کر سکے؟

عمار ناصر: غلط اور صحیح کے شعور کے متعلق تو میرے خیال میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک بنیادی سطح پر ہر شخص میں ہوتا ہے، یعنی اخلاقی خیر و شر کا احساس انسانوں میں مشترک ہوتا ہے۔ قرآن کے بیانات پر غور کریں تو وہ بھی یہی حقیقت بیان کرتا ہے کہ انسانوں کو ایک شعور یہ ودیعت ہوا ہے اور جو قومیں بھی اس شعور کو محفوظ رکھنے اور اس کی نشوونما کا انتظام کرتی ہیں، ان کا انداز زندگی مختلف ہوتا ہے، لیکن کیا ہر انسان کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ خیر کے ساتھ وابستہ ہونے اور شر سے گریز کا داعیہ سب میں کیفیت کے اعتبار سے یکساں ہوتا ہے؟

مطیع سید: تجربہ اور مشاہدہ یہ بتاتا ہے کہ آدمی اگر شریر مزاج کا ہے، بد اخلاق ہے یا سازشی فطرت کا مالک ہے تو وہ ساری زندگی ایسے ہی رہتا ہے۔ وہ کسی مذہبی جماعت کے ساتھ جڑ جائے، ظاہری طور پر ایک ٹھیٹھ مذہبی انسان بھی بن جائے، وہاں بھی ویسا ہی رہتا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ مذہب انسان کی فطرت کے آگے کمزور پڑ جاتا

ہے۔ کیا مذہب کچھ نہیں کر سکتا؟ آدمی اگر پیدا ہی ایک بری فطرت کے ساتھ ہوا ہو تو وہ آخر کتنا اچھا بن سکتا ہے؟

عمار ناصر: اصل میں مذہب کو اس طرح دیکھنا کہ یہ کوئی خود کار قسم کی قوت ہے جو کچھ خاص نتائج لازماً پیدا کرنے کا دعویٰ رکھتی ہے، یہ کافی محل نظر بات ہے۔ جو کچھ کرنا ہے، وہ انسان نے کرنا ہے یا انسان کی کوشش نے کرنا ہے اور اس میں فطری استعداد کے تفاوت کا بہت دخل ہے۔

مطیع سید: پھر یہ جو کہا جاتا ہے کہ مذہب کا بنیادی وظیفہ یہ ہے کہ وہ انسان کی اخلاقی کانٹ چھانٹ اور درستی اور تربیت کے لیے آتا ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

عمار ناصر: یعنی یہ اس کا ہدف ہے۔ اس کا بنیادی مقصد ہے کہ انسان کو اس کی رہنمائی دی جائے اور اس کی مدد کی جائے۔

مطیع سید: کیا تعلیم انسان کی فطرت میں تغیر پیدا کر سکتی ہے؟

عمار ناصر: انسان کی فطرت میں خیر و شر کے دونوں پہلو موجود ہیں۔ پوٹینشل تو وہاں موجود ہے۔ تعلیم سے خیر کا پہلو غالب آ جائے تو اس کو بدلنا تو نہیں کہتے۔ فطرت کے اندر جو پوٹینشل موجود ہے، اسی کو رُخ دینے کی بات ہے۔

مطیع سید: اس میں پھر مذہب کا کیا کردار ہے؟

عمار ناصر: مذہب کا کام تو انسان کی رہنمائی کرنا ہے۔ اب وہ رہنمائی جب انسانوں سے متعلق ہو گی تو ان میں کتنی تبدیلی لا پائے گی یا نہیں لا پائے گی، یہ ایک الگ بات ہے۔ اس میں کئی اور عوامل شامل ہوں گے، اس سے پتا چلے گا کہ یہ رہنمائی عملاً تبدیلی لا پا رہی ہے یا نہیں لا رہی۔ فرد کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو گا اور کسی معاشرے میں بھی ایسے ہی ہو گا۔ جیسے انبیا کی تعلیم و تبلیغ میں اور ان کی سرگرمی اور محنت میں تو کوئی فرق نہیں ہوتا، لیکن دوسرے عوامل ہیں جو معاون بن گئے تو لوگوں میں ان کی تعلیم نے قبولیت حاصل کر لی۔ کچھ جگہوں پر معاون اسباب نہیں ملے تو نبی کو اکیلے ہی دنیا سے جانا پڑا۔

مطیع سید: جو آدمی ایک اچھی فطرت لے کر آیا ہے، کیا وہ بغیر مذہب کے بھی اچھا ہے اور جو بری فطرت لے کر پیدا ہوا ہے، مذہبی ہو کر بھی وہ ویسا ہی رہتا ہے؟

عمار ناصر: نہیں، یہاں دو چیزیں گڈمڈ ہو گئیں۔ ایک بات یہ ہے کہ مذہب آ کر انسان کی نیچر کو بدل دیتا ہے، یعنی اگر میں اپنی نیچر میں خدانخواستہ بدنہاد ہوں اور مذہب آئے گا اور میری نیچر کو ہی بدل دے گا، یہ تو مذہب نہیں کہتا۔ مذہب یہ کہتا ہے کہ میں اگر خیر و شر میں کسی غلطی کا شکار ہوں تو ایک تو وہ میری اصلاح

کرے گا۔ دوسرے یہ کہ مذہب ایک پیغام دے گا، اور اس کو جب ہم معاشرے میں پھیلائیں گے تو جن جن لوگوں میں بھی استعداد ہے اور جو غفلت کی وجہ سے اور تذکیر نہ ہونے کی وجہ سے غلطی میں پڑے ہوئے ہیں، ان کو سدھارنے میں مذہب ایک قوت کے طور پر کام کرے گا۔

مطیع سید: لیکن ایک آدمی ہے جو فطرتاً شریف ہے، ایک آدمی ہے جو بد طینت ہے۔ مذہب کی تعلیم ان دونوں کے لیے ایک جیسی تو موثر نہیں ہو گی۔

عمار ناصر: درست ہے۔ فطرت کے اندر جو رجحانات موجود ہیں، ان میں سے کوئی خاص رجحان افراد پر غالب ہو سکتا ہے اور بعض پر اتنا غالب ہوتا ہے کہ اس کی گرفت سے باہر نکلنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ حدیث میں اس کی تعبیر 'جُبل علیہ' کے الفاظ سے کی گئی ہے۔ یعنی فلاں شخص کی طبیعت اور مزاج میں کوئی وصف جیسے گوندھ دیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اگر تمھیں بتایا جائے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل گیا ہے تو وہ مان لو، لیکن ایک آدمی کا جو مزاج بنایا گیا ہے، اگر کہا جائے کہ وہ اس سے ہٹ گیا ہے، یہ نہ مانو۔ یہ ایسی چیز ہے جو نہیں بدلتی۔

مطیع سید: اس کا مطلب پھر یہ ہے کہ آدمی کی استعداد کے لحاظ سے اس کا حساب لیا جائے گا؟ اگر کسی کو خدا نے تیز مزاج کا بنایا تھا تو اس کا حساب کتاب بھی قیامت کے دن اسی کے مطابق ہو گا؟

عمار ناصر: جی، یہ وہ جانتا ہے کہ کس کو کس طرح کا بنایا تھا، اور اس کی آزمایش کیسی ہوئی تھی، اور اس میں اس نے کس طرح کا طرز عمل اپنایا تھا، اور اب اس کا مواخذہ کیسے بنتا ہے۔ یہ خدا ہی جانتا ہے۔

مطیع سید: کیا بندگی کا جذبہ انسان کی فطرت میں موجود ہے؟

عمار ناصر: ایک ماورائی حقیقت کے ساتھ جڑنے کی لپک تو انسان کے اندر موجود ہے۔ یہ انسان کو سکھانے سمجھانے کے لیے کسی خاص کد و کاوش کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی لیے مذہب ہمیشہ سے انسانی شعور کا حصہ رہا ہے۔ اگر کوئی ماورائی حقیقت ہے تو اس کے ساتھ ایک نوع کے تعلق کا احساس، یہ انسان کے لیے فطری چیز ہے۔

مطیع سید: اگر بندگی کے رجحانات انسان کی فطرت میں ہیں تو آج اتنے بڑے پیمانے پر انسان الحاد کی طرف جا رہا ہے، یہ کیسے ممکن ہے؟

عمار ناصر: فطرت پر آپ کا ماحول اور تربیت تو اثر انداز ہوتے ہیں۔ فطرت کا مطلب ہے کہ ایک بات آپ کے سامنے آئے جس کا بنیادی شعور آپ کے اندر موجود ہے، اور اس شعور کو زائل کرنے والے اثرات ماحول میں نہ ہوں، کوئی موانع نہ ہوں تو آپ اس کو قبول کر لیتے ہیں۔ آپ کی طبیعت کا اس کی طرف میلان ہو جاتا

ہے، لیکن اگر اس کے مخالف کچھ رجحانات بھی ماحول میں ہوں یا جس کو ہم موانع کہتے ہیں، وہ موجود ہوں تو ظاہر ہے، ان کا بھی انسان پر اتنا ہی اثر ہوتا ہے۔

مطیع سید: گویا وہ انسان کے اندر فطرت کی آواز کو دبا دیتے ہیں، زیادہ موثر ہو جاتے ہیں؟

عمار ناصر: جی زیادہ موثر ہو جاتے ہیں۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ماحول سے متاثر ہونا بھی انسان کی استعداد کا حصہ ہے۔

مطیع سید: غامدی صاحب الحاد پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تو کوئی ایشو ہی نہیں ہے۔ دنیا کا اصل چیلنج اسلام ہے۔ اسلام کو کوئی چیلنج نہیں ہے، کیونکہ الحاد کسی قسم کے استدلال پر نہیں کھڑا۔ مجھے ان کی بات سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔ ان کی اپنی علمی سطح پر تو ایسے ہی ہوگا، لیکن عام سطح پر تو الحاد کے پاس بڑے استدلالات ہیں اور متاثر کن بھی ہیں۔

عمار ناصر: جی ایسا ہی ہے اور یہ دیکھنا اہم ہے کہ آپ کس سطح پر بات کر رہے ہیں۔ ایک سطح پر اگر آپ الحاد کا تجزیہ کریں، اس کی بنیادیں کیا ہیں، اس کا استدلال کیا ہے، اس کی تنقید کریں تو یہ بات ٹھیک ہے کہ وہ کسی مضبوط بنیاد پر کھڑا نہیں ہے۔ لیکن آپ اس سطح پر دیکھیں جس میں انسان کو تاریخ میں رہتے ہوئے، معاشرے میں رہتے ہوئے چیزیں اپیل کرتی ہیں، متاثر کرتی ہیں تو ظاہر ہے، اس کے نفسیاتی اثرات ہیں۔ اس سطح پر تو ظاہر ہے کہ الحاد موثر ہے۔

مطیع سید: سوال یہ ہے کہ شرک کا کیا استدلال ہے؟ وہ بھی تو کسی استدلال پر نہیں کھڑا تھا، لیکن قرآن اس کی تردید سے بھرا پڑا ہے۔ اس کے استدلال پر جیسا بھی وہ ہے، ضرب لگاتا ہے۔

عمار ناصر: یہ آپ کا معارضہ صحیح ہے۔ شرک کا بھی تو کوئی استدلال نہیں ہے۔ ایک دور میں تو وہی ساری دنیا کا مسلمہ مذہب تھا۔ تو اس وقت یہ سمجھانے کے لیے کہ اصل حقیقت توحید ہے، اس پر بہت زور لگانا پڑتا تھا۔ اس لحاظ سے کوئی بعید تو نہیں کہ جدید دور میں، آنے والے دور میں شاید آہستہ آہستہ الحاد بھی اس طرح سے مستحکم ہو جائے۔ یہ خارج از امکان نہیں ہے۔

مطیع سید: اجتہاد کا دائرہ دین کے اندر تو محمود ہے کہ اگر کوئی درست جگہ پہنچ جاتا ہے تو اس کے لیے دہرا اجر ہے اور اگر نہیں بھی پہنچ سکا تو ایک درجہ میں اس کو اجر مل جاتا ہے۔ کیا مختلف ادیان کے چناؤ میں بھی یہی اصول ہے کہ آدمی اخلاص سے کوئی بھی مذہب چن لے تو نجات کا مستحق ہوگا؟

عمار ناصر: دین کے دائرے میں اجتہاد کی گنجایش اور دین کے انتخاب میں اجتہاد کی گنجایش تو ایک جیسی نہیں

ہے۔ جہاں حق و باطل کا اختلاف ہو، وہاں گنجایش تو ایک جیسی نہیں ہو سکتی۔ لیکن تکلیف مالایطاق کا اصول دونوں دائروں میں موثر ہے۔ آدمی کی ذمہ داری اتنی ہی ہے جتنی اس پر بات واضح ہے اور جتنا اس کے پاس اختیار ہے۔ اگر کسی آدمی پر اس درجے میں حق واضح نہیں ہو سکا کہ اس کے پاس انکار کا کوئی عذر نہ ہو، اس کا مواخذہ پھر اسی کے لحاظ سے ہو گا۔

مطیع سید: قرآن کو دیکھیں تو وہ تو اس معاملے میں بڑا سخت حکم لگاتا ہے۔ تو کیا ہم کہیں گے کہ جس دور میں پیغمبر بذات خود موجود تھا، یہ ان کے لیے اتنی سختی ہے؟

عمار ناصر: اس میں دو چیزیں ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ قرآن کہتا ہے کہ جو حق میں واضح کر رہا ہوں، اللہ کی طرف سے وہی حق ہے، اور دین میں لوگوں نے جو بھی اختلافات پیدا کیے، ان کے متعلق میں اللہ کی طرف سے فیصلہ کر رہا ہوں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ کچھ خاص لوگوں کے لیے نہیں ہو سکتا۔ قرآن حق لے کر آیا ہے، وہ برحق ہے تو پھر وہ سب کے لیے حق ہے۔ اس میں تو کوئی بحث نہیں۔ اس کے ساتھ دوسری بات یہ ہے کہ جو اس حق کے سامنے آنے کے بعد اسے قبول نہیں کر رہے، ان کے ساتھ قرآن بات کر رہا ہے اور ان پر ایک حکم لگا رہا ہے۔ اس میں بدیہی طور پر فرق واقع ہو گا۔ جن کے سامنے قرآن اتر رہا ہے، جن کے سامنے پیغمبر ہے، جن کے سامنے وہ سارا عمل برپا ہو رہا ہے جس کو غامدی صاحب دینونت کہتے ہیں، ان پر تو حکم یہ لگتا ہے، لیکن جیسے جیسے زمانہ گزر رہا ہے، حالات بدل رہے ہیں، زمانی و مکانی فاصلہ واقع ہو رہا ہے، ویسے ویسے اس سارے عمل کی، اس سارے واقعہ کی جو وہاں وقوع پذیر ہوا، اس کی تصویر بھی لوگوں کے سامنے بدل رہی ہے، دھندلا رہی ہے، اور وہ تاریخ کے بہت سے واقعات میں سے ایک واقعہ بن رہا ہے۔ تو یہاں یہ حکم لگانا کہ جو حکم قرآن کے براہ راست مخاطبین کا تھا، وہی آج کے منکروں کا بھی ہے، یہ ہمارے انسانی علم کی حد تک بڑا مشکل ہے۔

مطیع سید: لیکن جان بوجھ کر حق کا انکار کرنے والے کیا آج نہیں ہو سکتے؟

عمار ناصر: منکرین پر جو حکم لگایا گیا ہے، ان آیات سے ہم ایک اصول اخذ کر سکتے ہیں کہ حق واضح ہونے کے بعد عناد سے یا تعصب سے انکار کرنے والوں کا حکم اللہ کے ہاں یہ ہے۔ اب کس میں کتنا تعصب ہے، کتنا عناد ہے، کتنا ابہام یا کتنے اس کے شکوک و شبہات ہیں جو مانع بن رہے ہیں، اس کی تعیین ہماری ذمہ داری بھی نہیں ہے اور ہمارا اختیار بھی نہیں ہے۔

[باقی]